S. A. Alavi

دو پھول

از بوستان افکار مولوی محمد ارتضا علی صاحب شہرؔ علوی کاکوروی
تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغؔ دہلوی مرحوم
مترجم مصنف و مؤلف مضامین اولیس ارمغان اودھ ۔ ارمغان احباب
ہفت گلشن ۔ شہید جفا ۔ تصویر عبرت ۔ صبح وصل وغیرہ

باہتمام مولوی نظام الدین حسین نظامی پرنٹر

مطبوعۂ نظامی پریس بدایوں

سنہ ۱۹۱۵ء

قیمت فی جلد ۱۲/

فیض الحسن بدر رقم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

معزز و قدر شناس ناظرین۔

یہ دو نظموں کا چھوٹا سا مجموعہ ہی۔ پہلی نظم "آخری خط" ہی اور دوسری "کنوارپن" "آخری خط" منظوم ترجمہ ہی اُس انگریزی آخری خط کا جو ملکہ این بولن سے اپنے شوہر ہنری ہشتم شاہ برطانیہ کی خدمت میں ارسال کیا تھا اور جو اُس کے دست خاص کا لکھا ہوا ۔ کاٹن لائبریری میں موجود ہی۔ یہ بادشاہ بیگم "کوئن ایلزبتھ" کی ماں تھی۔ اُس پر بادشاہ کی جانب سے یہ الزام لگایا گیا تھا کہ اُس نے خواب گاہ شاہی میں جانے سے انکار کیا اور اُس کی عصمت و وفاداری معرض اشتباہ میں ہی۔ انجام یہ ہوا کہ ۱۵۳۶ء میں برسر مجمع عام اُس کا سر قلم کیا گیا اور وہ فرق ناز نیں جو کبھی تکیہ مخمل پر رہتا تھا فرش خاک پر خون میں غلطاں نظر آیا۔

"فاعتبروا یا اولی الابصار"

واقفان راز کا تو یہ بیان ہی کہ شاہ ہنری ایک اور حسینہ "جین سیمور" نامی کو پوشیدہ طور سے پیار کرتا تھا اور چونکہ وہ ملکہ این بولن کی "زندگی میں بادشاہ بیگم قانوناً نہیں ہو سکتی تھی اس لیے یہ سب کارروائی کی گئی۔ بہر حال چاہے جو اصلیت ہو اصل خط دل آویز و موثر ضرور تھا اور اس لیے وہ اردو نظم کے لباس سے آراستہ کیا گیا۔

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

دوسری نظم کنوارپن ہی۔ یہ انگریزی نظم سیڈن ہڈ کا بامحاورہ ترجمہ ہی۔ اس میں انگریزی

شاعر نے جو جذبات دکھائے ہیں وہ دیکھنے کے قابل ہیں گو جو بات اصل میں ہی نہ ترجمہ میں کہاں مگر پھر بھی کوشش کی گئی ہی کہ اصلیت قایم رہے۔ انگریزی نظم کے دیکھنے سے واضح ہوگا کہ یہ حقیر مترجم کس حد تک کامیاب ہوا ہی نظم مذکور اسٹوڈینٹ میگزین بابت ۱۸۹۲ء میں موجود ہی۔ فقط

خاکسار

اے ع شرر موتی باغ مراد آباد

۱۴- اکتوبر ۱۹۱۵ء

آخری خط

خسروِ ذی حشم شہِ والا
آج شاہی پیامبر آیا

دے گیا یہ مجھے پیامِ حضور
میں کروں دل سے اعترافِ قصور

شاہ میری خطا معاف کریں
دل مکدّر ہی اُس کو صاف کریں

آہ قاصد بھی وہ ہوا تجویز!!
موت میری ہی جس کو دل سے عزیز

ہی وہ میرا کھلا ہوا دشمن
حال یہ ہی حضور پر روشن

میں نہیں جانتی شہِ ذی جاہ
کیا خطا میری اور کیا ہی گناہ

کیا کروں عرض سخت حیرت ہی
ہر طرف سے نزولِ آفت ہی

آپ ناخوش ہیں میں اسیرِ محن
اور ہیں شادماں مرے دشمن

کس غضب میں ہوں کس تباہی میں
ہوں خطا وار بے گناہی میں

آپ دل سے اگر کریں انصاف
بات کرتے میں ہو معاملہ صاف

بے خطا کس طرح بنوں مجرم
کیا بُری بات کی جو ہوں نادم

جھوٹ الزام کا کروں اقرار
اس حماقت پہ میں نہیں تیّار

بات وہ کون سی قصور کی ہی
چال اس میں کوئی حضور کی ہی

شاہ میری سی باوفا بی بی
کیا کسی تاجدار کی ہوگی

ہی کوئی صادق الوداد ایسا
بتلیے نام ہو جو یاد ایسا

این بولن کی سی وفاداری
آئی ہوگی نہ دیکھنے میں کبھی

"این بولن" کے لفظ دو ہیں حضور
ان میں ہی کچھ عجب طرح کا سرور

اُن پہ رہتی ضرور میں قانع
کیا کروں ناخوشی ہوئی مانع

مجھ سے ناراض ہی خدائے جہاں
قصرِ شاہی کہاں - کہاں اب زنداں

چشم عبرت ہی خوں فشاں دیکھو — میں پڑی آج ہوں کہاں دیکھو
ملکہ اور بے خطا وہ بھی — یوں اٹھاتی ہو قید کی سختی
ہو وہ ٹاور کے قید خانے میں — اور رسوا ہو یوں زمانے میں
ملکہ جب بنی تھی میں سرکار — سر پہ رکھا گیا تھا تاج وقار
میرے دل میں ذرا غرور نہ تھا — شان شاہی کا کچھ سرور نہ تھا
میں سمجھتی تھی حال عالم کا — آج وہ کیا ہے اور کل ہو کیا
ہے حدوث و قدم میں فرق بڑا — کھل گیا راز جب ہٹا پردا
میری عزت ہے عارضی عزت — متلون مزاج ہیں حضرت
کچھ ذرا سا جو انقلاب ہوا — عیش سارا خیال و خواب ہوا
خاک میں سب ملے گا عز و وقار — مرضی شاہ پہ ہے جس کا مدار
متغیر اگر نظر ہو گی — اس شب عیش کی سحر ہو گی
جام ہو گا نہ یہ سبو ہو گا — ہر طرف خون آرزو ہو گا
ہائے میرا خیال سچ نکلا — ہونے والا جو تھا وہ ہو کے رہا
اب ہے یہ عرض شاہ سے میری — میں تو ادنےٰ تھی اور معمولی
ایسے ادنےٰ کو سر چڑھایا کیوں — اور نظروں سے پھر گرایا کیوں
آسماں ہو گیا زمیں افسوس — قعر ذلت ہے شہ نشیں افسوس
ملکہ تھی انیس و ہمدم تھی — کون بڑھ کر تھا کس سے میں کم تھی
چین آتا نہیں تھا میرے بغیر — سب مناتے تھے میرے دم کی خیر
جب ہوئی ایسی عزت افزائی — شاہ والا نے قدر فرمائی
خفگی پھر یہ بے سبب کیوں ہے — قہر کس واسطے غضب کیوں ہے
کس لیے شاہ کا عتاب ہوا — گرم کیوں مجھ پر آفتاب ہوا

اے مرے تاجدار اچھے شاہ
ہوں وفادار میں خدا ہی گواہ

مجھ پہ الزام بیوفائی ہی
واہ کیا شان کبریائی ہی

بدنما داغ سے ہی مجھکو حذر
رحم ہو شیر خوار بیٹی پر

اُس کے حق میں ضرر نہ ہو کوئی
ناخوشی کا اثر نہ ہو کوئی

مجھکو امید یہ نہیں اے شاہ
دل میں پائیں سبک خیال بھی راہ

اب ہی یہ التجا مری سرکار
ہو عدالت کا عام اک دربار

خوب الزام کی ہو تحقیقات
ہوں مگر جج کبھی نہ وہ حضرات

جن کو رہتی ہی دشمنی مجھ سے
رات دن رہتی ہی ٹھنی مجھ سے

مجھکو معلوم سب ہی کہ اُن کی
میں نہیں مانتی سند اُن کی

ہی عدالت وہی جو ہو آزاد
گوش انصاف سے سُنے فریاد

جاؤں گی میں کھلی عدالت میں
فرق آئے گا کیا مشیخت میں

مجھکو یہ بات دل سے ہی منظور
سچ کو کیا آنچ ہی مثل مشہور

گر ہوی میں بری عدالت سے
دیکھی جاؤں گی چشم عزت سے

عود کر آئے گا وقار مرا
ہو گا دنیا کو اعتبار مرا

ہوگی عالم میں شہرتِ انصاف
اور ہو گا حضور کا دل صاف

اور جو ثابت ہوی خطا میری
ہوگی عبرت نما سزا میری

پھر نہ الزام آپ پر ہو گا
ہو گا جو کچھ وہ میرے سر ہو گا

شاہ آزاد اور ہونگے شاد
ہو گا اُس شخص سے محل آباد

جو مصنف ہی قصۂ غم کا
جو محرک ہی دست ماتم کا

نام اُس کا بتا چکی ہوں حضور
اُس کی جانب سے مجھکو شک ہی ضرور

گر پزیرا ہوئی نہ یہ درخواست
نہ اُٹھا دستِ عدل گر ہیہات

نہ سُنی عرض والتجا میری — تو ہی خالق سے یہ دعا میری
گو ہی یہ شاہ کا گناہ عظیم — عفو اس کو کرے غفور رحیم
اور جتنے ہیں بانیٔ بیداد — جن کے ہاتھوں ہوی ہوں میں برباد
اُن پہ بھی رحم کر مرے اللہ — بخش اپنے کرم سے اُن کے گناہ
حشر میں ہوگی جب عدالت عام — ہر طرف جمع ہوگی خلق تمام
آہ اک بھیڑ سی لگی ہوگی — سب کو تشویش ایک سی ہوگی
واقف راز ہوگا عالم غیب — نہ چلے گا فریب کچھ لاریب
ایک حالت میں ہوں گے شاہ وگدا — کوی چھوٹا نہ ہوگا کوی بڑا
ہی یقیں پیش داورِ محشر — جرم ثابت نہ ہوگا کچھ مجھ پر
ہی یہ بے شک مری دلی خواہش — ہو نہ کچھ بھی حضور سے پرسش
آپ رسوا نہوں قیامت میں — فرق آئے نہ شان و شوکت میں
عرض کرنی ہی بس یہی اک بات — ہی یہ حضرت سے آخری درخواست
وہ جو ہیں میرے سلسلے میں اسیر — اُن کی زنجیر میری ہے زنجیر
اُن پہ اب قہر کی نظر نہ رہے — کوی الزام اُن کے سر نہ رہے
ہوں وہ آزاد قید خانے سے — جائیں گھر شاد قید خانے سے
ہی خداوند کا مزاج لطیف — اب زیادہ نہ دوں گی میں تکلیف
ہی یہ تثلیث سے دعا میری — سچے دل سے ہی التجا میری
ہو وہ حضرت کی ناصح و ہادی — ہو فزوں سلطنت کی آبادی
کامراں اور آپ شاد رہیں — "این بولن" کے لفظ یاد رہیں
آج تاریخ ہی مئی کی چھٹی — میں نے ٹاور سے بھیجی یہ عرضی
کون ٹاور جو میرا مسکن ہی — کیا لکھوں اور بس یہی بس ہی

کنوارپن

کنوارپن بھی عجب سادگی کا عالم ہی
بہت عروج پہ مہرِ جمال ہوتا ہی
نہیں ہلانے سے دبتا کسی کا جوشِ شباب
وہ دیکھیے!! ہی کھڑی اک کنواری مہ طلعت
بہت دعاؤں کی تاثیر سے ہوئی پیدا
بری ہی حسنِ تکلف سے سادگی بالکل
بدن سڈول ہی۔ اعضا جسم ہیں موزوں
ہیں آنکھیں بھری اور انمیں حیا کا ہی مسکن
ان آنکھوں میں ہی سیاہی تو اس طرح کی ہی
سنہرے بالوں کو دیکھو تو ہوا بھی باور
ملے ہیں چشمہ و دریا جہاں کھڑی ہی وہاں
نہیں ہی صاف یہ چشمہ۔ ہی عہدِ صغرسنی
وہ دیکھتی ہی تامل سے وسعتِ دریا
وہ دیکھ دیکھ کے دریا کو سہمی جاتی ہی
نہیں رواں ہی یہ دریا شباب عورت ہی
وہ جانتی ہی جوانی ہی جوشش کا عالم
یہ سن ہی وہ کہ امنگوں کو جوش ہوتا ہی
فریب دیتے ہیں جذباتِ خواہشِ دل

بجا ہی جتنی کیجیے تعریف جسقدر کم ہی
عجیب حسن کا جاہ و جلال ہوتا ہی
مگر دباتا ہی اُس کو خیالِ شرم و حجاب
ہی پیاری شکل عجب بھولی بھولی ہی صورت
متاعِ شرم و حیا وہ جمیل ماہ لقا
کھلا ہی گلشنِ قدرت میں خوبصورت گل
بنا کے صنعتِ صانع بھی ہوگئی مفتوں
مژہ نے ڈالی ہی شرم و حجاب کی چلمن
فلک پہ جیسی سرِ شام روز ہوتی ہی
شعاعِ مہرِ درخشاں ہیں بال کے گھونگر
وہ نکھتی ہی عجب ہی نظر فریب سماں
نگاہ ہوتی ہی خیرہ وہ روشنی اُس کی
بچشمِ لطف کہ بہتا ہی کس طرح چشمہ
نظر جو آتا ہی چشمہ تو مسکراتی ہی
عجیب کیف ہی اسکا عجیب رنگت ہی
بہت سے خطرے ہیں آئین بت سے پیچ و دام
حسیں کو اپنی اداؤں کا ہوش ہوتا ہی
کنوارپن کو بچانا ہی اک ذرا مشکل

بہت سے جال بہت سے فریب راہ میں ہیں
وہ دیکھو فکر دبے پاؤں آتی ہی کیسی
نہیں ثبات زمانے کو گزرا جاتا ہی
ابھی تھی صبح کہ نصف النہار آ پہنچا
مگر کہو یہ کنواری سے ہو نہ وہ مغموم
کبھی نہ ہاتھ سے دے وہ زمام استقلال
رواں ہی دیکھیے یہ چشمہ ہی سیر کے قابل
زمانہ دیکھ کے چشمہ کو کہہ رہا ہے یہ
نہ اپنے سائے سے بھڑکے حسین سنجیدہ
کہاں ہی شکرا جو ڈستی ہی فاختہ ہی وہ
ہی ایک شاخ نہیں ہی یہ عہد صغرسنی
اور اُس پہ گاتے ہیں بیٹھے طیور خوش الحاں
ہی یہ بھی شاخ نہیں ہی زمانۂ پیری
مگر ذرا بھی نہ اس کا خیال ہو دلکو
ہمیشہ جوش رہے دلمیں نوجوانی کا
جو لب پہ آئے تبسم تو پاک ہو بالکل

بہت سے غار بہت سے نشیب راہ میں ہیں
ضرور ڈھائے گی دشمن ہی خانۂ دل کی
مئی ہی آج تو کل ماہ جون آتا ہی
جو سہ پہر ہی تو پھر بعد اُسکے وقت مسا
خدا نے اُس کو بنایا ہی بے گنہ معصوم
یہ درد و رنج و الم ہونگے ایکدن پامال
نگہ میں آئے طراوت تو لطف ہو حاصل
کہ ایک ادنیٰ سا نیچر کا شعبدہ ہی یہ
کہ خوفناک نہیں کوئی چیز پوشیدہ
کرے حواس بجا ہوش باختہ ہی وہ
ہی سرخ پھولوں سے دیکھو لدی ہوئی کیسی
عجب طرح کی دل آویز ہی کسی کی زباں
جھکی ہوئی ہی بہت اور برف سے ہی ڈھکی
بڑھاپا آئے تو کیا۔ کیوں ملال ہو دلکو
یہی مزا ہی یہی لطف زندگانی کا
ہنسی جو آئے کبھی وہ ہنسی ہو خندۂ گل

حیا سے شرم سے پاکیزگی سے کام رہے
حیا سے کام رہے اور جہاں میں نام رہے

تمام شد

قطعہ تاریخ

مصنفہ حضرتِ احسن مارہروی

طبعِ شرر نے کی ہیں یہ گل کاریاں نئی
گھر بیٹھے سیر کے لیے گلزار مِل گیا
تاریخ بھی شگفتہ ہو احسن کی مثلِ گل
دو پھول ہیں کھلے کہ یہ اک باغ کھل گیا

۳۴ ھ ۱۳